اسلامی فلاحی ریاست کے حکمرانوں کے اوصاف اور ذمہ داریاں سیرت طیبہ ﷺ کی روشنی میں

CHARACTERISTICS & RESPONSIBILITIES OF THE RULERS OF ISLAMIC WELFARE STATE IN THE LIGHT OF SEERAT-E-TAYYEBA

ڈاکٹر احمد رضا*

ڈاکٹر سید وحید احمد**

ABSTRACT

Leadership is a quality of a person who can drive people forward with a view to achieve a common goal. The essentiality of consultation in Islamic leadership is confirmed elsewhere in the Qur'an in the context of mentioning commendable attributes of the believers. Allah Almighty commands the Prophet (PBUH) to consult with the Companions about decisions whichever He needed to make. These were not decisions about the basics of faith, which are determined by God as revealed in the Qur'an, but about short-term and long-term issues of the Muslim community and the management of the relationships with other communities. This is a genuine consultative process that involves the Companions as participants and the Prophet (PBUH) as the ultimate decision maker. According to Quran and Sunnh there are some general inevitable characteristics that an individual must possess to be able to become a successful pioneer, such as faith, good intention, confidence, honesty, communication skills, empathy, optimism, encouraging etc. acting as a role model for the people. This article deals with the leadership qualities & characteristics of a national leader in the light of Holy Quran and Seerah of Holy Prophet (PBUH).

KEYWORDS: leadership, characteristics, responsibilities, Muslim, ruler, communication

* اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ فکر اسلامی تاریخ وثقافت، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد ahmad.raza@aiou.edu.pk

** استاذ دعوۃ اکیڈمی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

موضوع کا تعارف

حکمران کو ریاست میں بلند ترین مقام حاصل ہوتا ہے اور اس پر ریاست و عوام کی خوشحالی اور ترقی کا انحصار ہوتا ہے۔ اگر حکمران نیک نیت اور نیک سیرت ہو، سیاسی امور میں ذہانت، انتظامی امور میں مہارت اور امورِ خارجہ و دفاع میں قابلیت کا حامل ہو تو ریاست ترقی کی راہ پر گامزن رہتی ہے اور عوام کا معیارِ زندگی بلند ہوتا ہے۔ اگر معاملہ اس کے برعکس ہو تو ریاست اور عوام دونوں ہی تباہی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے اِذن سے نبی اکرم ﷺ مدینہ منورہ کی اسلامی ریاست کے بانی اور قائدِ اوّل تھے۔ آپ ﷺ نے ہدایاتِ ربانی کی روشنی میں ریاست اور عوام کی فلاح و بہبود کے لیے عالمگیر رہنما اصول عطا فرمائے جو تا قیامت تمام انسانیت کے لیے مثالی نمونہ رہیں گے۔ شومیٔ قسمت کہ عصر حاضر میں اسلامی ممالک کی بیشتر قیادت خواہ حکومت میں ہو یا حزب اختلاف میں، قائدانہ صلاحیت اور اوصاف سے خالی ہے۔ اور اس کا نتیجہ ہم امت مسلمہ کی روز بہ روز بڑھتی ہوئی پستہ حالی کی صورت میں دیکھ رہے ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ قیادت کی مناسب اسلامی تعلیم و تربیت کی جائے اور اسے نبی کریم ﷺ اور خلفائے راشدہ کی سیرت سے آگاہ کیا جائے۔ اس بابت ہم نے اپنی تحقیق مقالہ ہٰذا میں پیش کی ہے اور مقالہ کے اختتام پر نتائج و سفارشات بھی مرتب کی ہیں۔

اسلام میں ریاست کا تصور

تشکیل ریاست بنیادی اسلامی تصورات میں سے ہے۔ اس مقصد کے حصول کے لیے حضور اکرم ﷺ کا ریاست مدینہ کی تشکیل اور میثاق مدینہ کی صورت میں ایک آئینی دستاویز کی تیاری ایک قوی ترین اور ناقابل تردید دلیل اور حجت ہے۔ اسلام نے ریاست کے سربراہ کے تقرر کے لیے اُس ریاست کے شہریوں کی اتفاق رائے یا کثرت رائے کا اصول مقرر کیا ہے۔ امورِ ریاست آمریت یا شخصی حکومت کے بجائے مشاورت سے چلانے کا ضابطہ مقرر کیا ہے ۔ اسلام نے حکمرانوں اور اہل شوریٰ (ممبران پارلیمنٹ) کے لیے عدل، صدق، امانت، دیانت، علمی و ذہنی قابلیت اور جسمانی صحت کے معیارات مقرر کیے ہیں۔ طرزِ حکومت اور نظام انتخابات کو اسلام نے اجتہادی امور کے طور پر چھوڑ دیا تاکہ ہر دور کے تقاضوں اور معاشرے کے رجحانات و میلانات اور معاشرتی صورت کے مطابق اس کی

شکل بنائی جاسکے۔ اسی طرح اسلامی نظام میں حکمران کو اقتدار سے الگ کرنے کا اصل اختیار بھی عوام اور شہریوں کو دیا گیا جس کی بنیاد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا مسند خلافت سنبھالنے کے فوراً بعد پہلے خطبے کے الفاظ یہ ہیں:

"اے لوگو مجھے تم پر حکمران مقرر کر دیا گیا ہے حالانکہ میں تم سب سے بہتر نہیں ہوں۔ اگر میں اچھائی کی راہ پر چلوں تو میری مدد کرنا اور اگر برائی کی راہ پر چلوں تو مجھے پکڑ کر سیدھا کر دینا۔ تم میری اس وقت تک اطاعت کرتے رہنا جب تک میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرتا رہوں۔ اگر میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا نافرمان ہو جاؤں تو تم پر میرے فرمان کی اطاعت قطعاً واجب نہیں۔"[1]

اسلام میں ریاست کے پارلیمان کو آئین سازی و قانون سازی کا مکمل اختیار ہے مگر وہ اِسلام کے بنیادی اصولوں و تصورات سے ہم آہنگ قانون و آئین سازی ہی کر سکتی ہیں۔ اسلامی ریاست کے بنیادی اصولوں میں سے معاشی انصاف، انسانی مساوات، نظام عدل، انسانی حقوق، عوام کی شراکت اقتدار اہم ہیں۔ اسلام کا یہ تقاضا ہے کہ افراد معاشرہ مل کر ریاست قائم کریں۔ اس کا آئین و دستور اسلامی اصولوں کی بنیاد پر تشکیل دیا جائے۔ ریاست اپنے بنیادی فرائض ادا کرنے کے لیے جمہوری انداز میں حکمران منتخب کرے۔ حکومتی امور مشاورت کے بنیاد پر طے کیے جائیں اور حکومتی عہدیداران بنیادی ذمہ داریاں ادا کریں۔

حکمران کی ضرورت و اہمیت

کسی بھی ریاست میں حکمران کی ضرورت واہمیت سے انکار ممکن نہیں ہے۔ قرآن و سنت میں بھی حکمران کی ضرورت و اہمیت کو بیان کیا گیا ہے۔ حکمران کا کام عوم کو اللہ تعالیٰ کے احکامات کے مطابق نیک اعمال کی ترغیب اور برے اعمال سے ترہیب دینا، نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا ہے۔ یہی اللہ تعالیٰ کی زمین پر حکمرانی کا بنیادی اور رہنما اصول ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

الَّذِينَ إِنْ مَكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَلِلَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ۔[2]

"ہم اگر ان لوگوں کو زمین میں اقتدار عطا کر دیں تو وہ نماز قائم کریں گے اور زکوۃ دینگے اور نیکی کا حکم کرینگے اور برائی سے روکیں گے اور اللہ کے اختیار میں تمام کاموں کا انجام ہے۔"

اس آیت مبارکہ میں قیادت کی ضرورت کو اجاگر کیا گیا ہے اور حکمرانی کا بنیادی اصول یہ سمجھایا گیا ہے کہ حکومت بطور امانت اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوتی ہے جس کا تقاضا ہے کہ نماز قائم کی جائے، زکوۃ ادا کی جائے، نیکی کا حکم

دیا جائے اور برائی سے روکا جائے۔ یہ چار اعمال ایسے ہیں جن کی تعمیل کے لیے باصلاحیت قیادت کا ہونا بہت ضروری ہے۔ اقامت صلوٰۃ سے مراد محض نماز کی پابندی کرانا ہی نہیں ہے بلکہ معاشرے میں اسلام کی اعلیٰ اخلاقی وروحانی اقدار کے فروغ کے ضروری اقدامات کرنا بھی ہے۔ نظام زکوٰۃ سے مراد معاشرے سے معاشی تفاوت کا خاتمہ، ارتکاز دولت کی روک تھام اور معاشرے کے محروم طبقات کو جملہ بنیادی انسانی حقوق کی ضمانت شامل ہے۔ امر بالمعروف سے مراد معاشرے میں ان تمام قوانین کی تشکیل اور اُن کی پابندی کرانا جن کی مذکورہ بالا بنیادی اصولوں کے قیام کے لیے ضرورت ہو۔ جبکہ نہی عن المنکر سے مراد ہر اس برائی کی روک تھام ہے جو انسانی نظام حیات کے لیے مضر اور نقصان دہ ہو۔

امام جصاص اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: اسلامی اقتدار، اقامت صلوۃ اور ادائے زکوۃ کے نظام کا پابند ہو گا جیسا کہ ارشاد باری ہے: الَّذِينَ إِنْ مَكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ، یہ مہاجرین صحابہ کرام کی صفت ہے۔ اس لیے کہ یہی وہ لوگ ہیں جنہیں ناحق اپنے گھروں سے نکال دیا گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی کہ وہ انہیں زمین میں اقتدار بخشے تو وہ نماز قائم کریں گے، زکوۃ دیں گے، معروف کا حکم دیں گے اور منکر سے منع کریں گے۔ یہ خلفائے راشدین یعنی حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کی صفت ہے، جنہیں اللہ تعالیٰ نے زمین میں اقتدار بخشا تھا۔ اس میں ان حضرات کی امامت کی صحت پر واضح دلالت موجود ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا ہے کہ انہیں جب زمین میں اقتدار حاصل ہو جائے گا تو یہ ان فرائض کی ادائیگی کریں گے جو ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے عائد ہوں گے۔ انہیں زمین میں اقتدار بخشا گیا۔ اس لیے انہیں ایسے آئمہ تسلیم کرنا واجب ہے جو اللہ کے اوامر کی ادائیگی پر کمربستہ اور اس کے نواہی سے کنارہ کش رہے[3]۔

متذکرہ بالا آیت کی تفسیر میں مولانا عبد الماجد دریابادی لکھتے ہیں: یہ ہے اصلی اور سچی تصویر اسلامی طرز حکومت کی۔ گورنمنٹ اگر مسلمانوں، سچے مسلمانوں کی قائم ہو جائے تو مسجدیں آباد و پر رونق ہو جائیں۔ ہر طرف سے صدائیں تکبیر و تہلیل کی گونجا کریں۔ بیت المال کے بعد کوئی ننگا بھوکا نہ رہ جانے پائے۔ عدالتوں میں انصاف بکنے کے بجائے ملنے لگے۔ رشوت، جعلسازی، دروغ حلفی کا بازار سرد پڑ جائے۔ امیر کو کوئی حق، کوئی موقع، غریب کی تحقیر کی ایذا کا نہ باقی رہ جائے۔ غیبتیں، بدکاریاں، چوریاں، ڈاکے، خواب و خیال ہو جائیں۔ آبکاری کے محکمہ کو کوئی پانی دینے والا بھی نہ رہے۔ مہاجنی کوٹھیوں، سود خور ساہوکاروں، بینکوں کے ٹاٹ الٹ جائیں۔ گویے نچنئے اگر تائب نہ ہوں، شہر بدر کر دیئے جائیں۔ سینما، تھیٹر، تمام شہوانی تماشا گاہوں کے پردوں کو آگ لگا دی جائے۔ گندہ فحش افسانہ و شاعری کی جگہ صالح و پاکیزہ ادبیات لے لیں۔ غرض یہ کہ دنیا، دنیا رہ کر بھی نمونہ جنت بن جائے۔ محققین نے آیت سے خلفاء

اربعہ کی صحتِ امارت وامامت پر بھی استدلال کیا ہے کہ ان چاروں مہاجرین یعنی الذین اخرجوا من دیارھم بغیر حق مصداقوں کے دور حکومت میں ان اوصاف کا تحقق پوری طرح پایا گیا۔[4]

اسلامی طرز حکومت کے خدوخال اور حکومت چلانے والوں کے اوصاف درج بالا آیتِ مبارکہ میں بیان کئے گئے ہیں۔ اسلام میں ریاست کے قیام اصل مقصد زمین کا ایک خاص ٹکڑا حاصل کرنا نہیں بلکہ ایک فلاحی مملکت قائم کرنا ہے۔ لہٰذا ایک اسلامی ریاست کی ذمہ داریاں، غیر اسلامی ریاستوں سے بہت زیادہ ہوتی ہیں۔ اسلامی ریاست کی بنیاد دینی واخلاقی اقدار پر قائم ہوتی ہے اس لیے اسلام نے حکومت کے انتظام وانصرام کے ساتھ ساتھ دینی واخلاقی اقدار کو بہ طور خاص اہمیت دی ہے اور یہی چیز ایک اسلامی طرز حکومت کو دیگر اقسام حکومت سے ممتاز کرتی ہے۔ چناچہ اسلامی ریاست کے استحکام اوراس کی شبانہ روز ترقی کی لیے قیادت کا ہونا نہایت ضروری ہے جو دین کے شرعی اور دنیا کے سیاسی امور کی نفاذ میں کلیدی کردار ادا کرے۔ امام، خلیفہ، سلطان، ملک، حاکم، صدر، وزیر اعظم اسلامی ریاست کی قیادت کے مناصب ہیں اور ان کی حیثیت وجوب کا درجہ رکھتی ہے۔ جیسا کہ شیخ الماوردی نے لکھا ہے: ''امامت خلافتِ نبویہ کی جانشینی ہے۔ اس کا قیام دینی ودنیاوی امور کے نفاذ کے لیے ہوتا ہے۔ اور امت میں امامت کا قیام بالاجماع واجب ہے۔''[5]

حکمرانی کا اعزاز درحقیقت رسول اللہ ﷺ کی نیابت کا منصب ہے۔ اور حکمران کی اطاعت نیکی کے امور میں واجب ہے۔ جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ ۔[6]

''اے ایمان والو اللہ کی اطاعت کرو اور رسول ﷺ کی اطاعت کرو اور اپنے اولوالامر کی۔''

اس آیہ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے، رسول اللہ ﷺ اور اولو الامر کی اطاعت کو واجب قرار دیا گیا ہے۔ امام ابو بکر جصاص اس آیت کے تحت لکھتے ہیں: اولی الامر کی تاویل میں اختلاف رائے ہے۔ حضرت جابر بن عبد اللہ، حضرت ابن عباس، حسن، عطاء، اور مجاہد رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو فقہ یعنی دین کی سمجھ اور علم رکھنے والے ہوں۔ ایک اور روایت کے مطابق حضرت ابن عباسؓ اور حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے اس سے مراد جہاد پر جانے والے فوجی دستوں کے سالار ہیں۔ یہ بھی درست ہے کہ آیت میں یہ تمام لوگ مراد ہوں کیونکہ اولی الامر کا اسم ان سب کو شامل ہے۔ امرائے جیوش لشکروں اور فوجی دستوں اور دشمن سے حرب وضرب کی تدابیر سے تعلق رکھنے والے معاملات کے نگران اور ذمہ دار ہوتے ہیں جبکہ علماء شریعت کی حفاظت اور معاملات وامور کے جواز اور عدم جواز کی پاسبانی کے فرائض سرانجام دیتے ہیں۔ اس لیے لوگوں کو امراء اور حکام کی

اس وقت تک اطاعت کا حکم دیا گیا اور ان کی بات ماننے کے لیے کہا گیا جب تک وہ عدل وانصاف سے کام لیتے رہیں۔ رہ گئے علماء تو وہ عادل ہوتے ہیں ان کی شخصیتیں پسندیدہ ہوتی ہیں اور جو کچھ وہ لوگوں کو بتاتے اور جو کچھ کرتے ہیں اس میں ان کی دین داری اور دیانت داری پر لوگوں کو پورا بھروسا ہوتا ہے۔[7]

اولوالامر کا تعین اس طرح کیا جاسکتا ہے کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو اربابِ دانش، صائب الرائے اور صاحبانِ اقتدار واختیار ہوں۔ ان کا کام ملی وحدت کو قائم و متحد رکھنا، قوم میں یکجہتی و ہم آہنگی پیدا کرنا اور ملک و ملت کی سلامتی کا تحفظ کرنا ہوتا ہے۔ گویا یہ وہ قومی قیادت ہے جس کی سوچ قومی و اجتماعی ہوتی ہے۔ اسے اپنے شعبہ سے متعلق امور و معاملات کی خوب بصیرت ہوتی ہے۔ یہ قومی سطح پر درپیش مسائل کا ایسا جامع و پائیدار حل تجویز کرتی ہے جس سے پوری قوم امن وعافیت حاصل کرلیتی ہے۔ اس قیادت کے پاس اپنے عہد کے مسائل و معاملات کا حل اور مستقبل کے مسائل سے عہدہ براء ہونے کی صلاحیت ہوتی ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو اپنے مسائل و معاملات کے حل کے لیے اس قیادت سے رجوع کرنے کا حکم دیا ہے۔ چناچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَى أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنْبِطُونَهُ مِنْهُمْ ۔[8]

”اور جب ان کے پاس کوئی معاملہ امن یا خوف کا آئے تو وہ اس کا چرچا کر دیتے ہیں، اگر وہ اس معاملہ کو رسول اللہ ﷺ اور اپنی صاحبِ بصیرت قیادت کے سامنے پیش کر دیتے تو معاملات کی تہہ تک پہنچ جانے والے لوگ ضرور اس کی حقیقت جان لیتے۔“

قرآنی تعلیمات سے واضح ہو گیا کہ اسلامی ریاست میں باصلاحیت قیادت کا ہونا نہایت ضروری ہے۔ قیادت کی ضرورت کے متعلق ابوالمنصور عبدالقاہر بغدادی (م ۴۲۹ھ) نے لکھا ہے:

”مسلمانوں کے لیے امام کا ہونا ضروری ہے۔ جس کا کام مسلمانوں پر احکام کا نفاذ کرنا، ان پر حدود قائم کرنا، جہاد کے لیے لشکر تیار کرنا، بے نکاحوں کی شادیاں کرانا اور مسلمانوں کے درمیان اموالِ فئی و غنیمت تقسیم کرنا ہوتا ہے۔“[9]

حکمران کے اوصاف اور ذمہ داریاں

حکمرانی کا منصب چونکہ نہایت عظیم اور اہم ہے اس لیے حکمران میں خصوصی اوصاف کا پایا جانا انتہائی ضروری ہے تاکہ وہ ملک و ملت کی طرف سے عائد کردہ ذمہ داریوں سے عہدہ براء ہوسکے۔ اہل علم نے حکمران کے متعدد

اوصاف بیان کیے ہیں۔ علامہ ابن خلدون کے نزدیک خلیفہ میں ان چار اوصاف (علم واجتہاد، عدل، کفایت اور اعضا وحواس کی سلامتی) کا پایا جانا ضروری ہے۔ ان کی تفصیل حسبِ ذیل ہے:

۱۔ علم واجتہاد

حکمران عالم اور مجتہدانہ اوصاف کا حامل ہو۔

۲۔ عدل وانصاف

حکمران عدل وانصاف کا خوگر ہو۔ اس کی فکری اور عملی زندگی اسلام کے مطابق ہو۔

۳۔ کفایت

حکمران باوقار ہو، مادی وروحانی قوت کا مالک ہو۔

۴۔ اعضاوحواس کی سلامتی

حکمران کے ذہنی قویٰ اور جسمانی اعضا تندرست ہوں۔[10]

شیخ الماوردی مسلم حکمران کی اہلیت کی بابت لکھتے ہیں: "مسلم حکمران کے لیے علم وبصیرت، شجاعت وعدالت اور پیش آمدہ داخلی وخارجی مسائل سے واقفیت اور ان سے عہدہ براہونے کی اہلیت کا ہونا بیحد ضروری ہے۔"[11]

چنانچہ اسلامی ریاست کی اقتصادی خوش حالی، علوم وفنون کی ترویج واشاعت، ملک کے نظم ونسق کو صحیح طور پر چلانا، ٹیکسوں کی وصولی، عیش وآرام سے اجتناب، شرپسندوں کی سرکوبی، راعی اور رعایا کے خوش گوار تعلقات اور امورِ مملکت کی بروقت انجام دہی قیادت کے فرائض میں شامل ہے۔ سطور ذیل میں ہم اسلامی ریاست کے حکمران کے اوصاف اور اس پر عائد ذمہ داریوں کو قرآنِ مجید اور سیرۃ النبی ﷺ کی روشنی میں بیان کررہے ہیں تاکہ موجودہ اور آنے والے حکمرانوں کی رہنمائی ہوسکے۔

۵۔ اسلامی عقائد کا علم اور ان پر ایمان

قرآن مجید اور رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کی روشنی میں قیادت کے لیے ضروری ہے کہ اسے اسلامی عقائد کا علم ہو اور ان عقائد پر اس کا غیر متزلزل ایمان ہو۔ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت وحاکمیت اور تمام اسلامی عقائد پر کامل ایمان رکھنے والا شخص ہی اسلامی ریاست میں قیادت کا اہل ہوسکتا ہے۔ اسلامی ریاست کے بانی وقائد خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسلامی عقائد میں سب سے بنیادی عقیدہ یعنی عقیدۂ توحید کے اعلان کا اِذن دیا گیا، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قل إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذَلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ۔[12]

"آپ ﷺ فرما دیجیے بلا شبہ میری نماز اور قربانیاں، اور میرا جینا اور وصال کرنا اللہ کے لیے ہے جو سارے جہان کا رب ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور اسی کا مجھے حکم ہوا ہے، اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں۔"

۶۔ خلوصِ نیت

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ مکرم ﷺ کی تعلیمات کی روشنی میں قیادت کا خلوصِ نیت کے وصف سے متصف ہونا نہایت ضروری ہے۔ صحیح بخاری میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّةِ ۔[13]

"اعمال کی اساس نیتوں پر ہے۔"

اسلامی ریاست کو اسلامی خطوط پر چلانے، اسے ترقی وخوشحالی کی راہ پر گامزن کرنے اور عوام کو فلاح وبہبود کے راستہ پر ڈالنے کے لیے قیادت کا کردار نہایت اہم ہوتا ہے۔ اگر قیادت کی نیت اچھی ہو تو یقیناً عوام کو اس کا اچھا ثمرہ ملتا ہے اور ریاست ترقی کرتی ہے۔ چنانچہ قیادت کا پرخلوص ہونا ریاست اور عوام کی ترقی وخوش حالی میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔

۷۔ جذبۂ اتحاد واخوت

قرآن مجید اور سیرۃ النبی ﷺ سے یہ امر ثابت و متحقق ہے کہ ملت کا اتحاد و اتفاق اور اس کے مابین جذبۂ اخوت کا فروغ اسلامی ریاست کے استحکام کی ضمانت ہے اور اس کے لیے اسلامی ریاست کی قیادت کو بھرپور جدوجہد کرنا پڑتی ہے۔ مدینہ منورہ میں اسلامی ریاست کے قیام اور متفقہ دستور کے نافذ العمل ہو جانے کے بعد اسلامی ریاست کے قائدِ اوّل سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ نے اپنی حیات طیبہ میں امت کو متحد رکھا اور ہمیشہ مسلمانوں کو باہم متحد و متفق رہنے کی تلقین فرمائی۔ آپ ﷺ نے رہتی دنیا تک کے مسلم حکمرانوں کے لیے اس بابت مثالی نمونہ بھی فراہم کیا۔ آپ ﷺ نے مسلمانوں کو باہم جھگڑنے اور بے امنی پیدا نہ کرنے کی تلقین فرمائی اور مسلمانی کا یہ سنہرا اصول سکھایا کہ "مسلمان وہی ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ ہوں۔"[14]

قرآن وسنت کی تعلیمات کا نچوڑ یہ ہے کہ قیادت کو عوام کے درمیان اتحادواتفاق اور بھائی چارہ کے لیے بھرپور کردار ادا کرنا چاہیے۔ لوگوں کے باہمی تنازعات کے خاتمہ کے لیے فوری اقدام کرنے چاہییں اور لوگوں کو باہم جوڑنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ ان صفات کا حامل قائد ہی قیادت کرنے کا اہل ہو سکتا ہے۔

۸۔ معاملہ فہمی

اسلامی ریاست کے استحکام کے لیے قومی قیادت کا صاحبِ حکمت و فراست ہونا بے حد ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو صاحبِ حکمت بنایا اور آپ ﷺ کو معلمِ حکمت کا فریضہ سونپا۔ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ حکمت سے انسانی زندگی کے تمام شعبوں میں مثالی اسوہ حسنہ فراہم کیا۔ اس حکمت کی ایک جھلک ریاستِ مدینہ کا قیام اور اس کے متفقہ دستور کی تشکیل ہے۔ آپ ﷺ نے مدینہ تشریف لاتے ہی یہاں کے سماجی و سیاسی حالات کا اپنی خداداد حکمت و بصیرت سے جائزہ لیا۔ شہر مدینہ کے با اثر قبائل اوس و خزرج اور اس کے گرد آباد قبائل اور یہودیوں کی سیاسی، معاشرتی اور معاشی حالت کا صحیح اندازہ لگایا۔ آپ ﷺ نے اپنی حکمت سے اوس و خزرج کے مابین تلخی و نفرت کو باہمی محبت میں بدل دیا۔ مسلم مہاجرین کی مدینہ میں آبادکاری کا انتظام مواخات کے ذریعہ کیا۔ مدینہ کے قریب بسنے والے یہود اور دیگر قبائل کی طرف دوستی و خیر سگالی کا دستِ کرم بڑھایا۔ آپ ﷺ نے مہاجرین و انصار کو ایک جماعت قرار دیا۔ مدینہ کے قبائل اوس، خزرج، بنو حارث، بنو نجار، بنو ساعدہ، بنو حشم، بنو ثعلبہ، بنو جفنہ، بنو شطیبہ، بنو عوف اور یہودی قبائل بنو نضیر، بنو قریظہ اور بنو قینقاع کو امن و سلامتی اور خوشحالی کے ضامن میثاق میں شامل کیا[15]۔ اس طرح آپ ﷺ نے اپنی حکمت و فراست سے میثاقِ مدینہ کا متفقہ دستور تشکیل دے کر مدینہ میں پہلی مسلم ریاست قائم کر دی۔

۹۔ شورائیت

حکمران میں صلاح و مشورہ کرنے اور اسے قبول کرنے کی صلاحیت کا پایا جانا ریاست کے پائیدار استحکام کے لیے نہایت مفید ثابت ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اہم دینی، قومی اور ریاستی امور میں صحابہ کرام کو شریکِ مشورہ کرنے کا حکم دیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ۔[16]

"اور آپ ﷺ انہیں معاملات میں شامل مشورہ کیجیے۔"

فرمان الٰہی کے مطابق آپ ﷺ اپنے صحابہ سے تمام اہم امور میں مشورہ لیتے اور متفقہ رائے پر عمل کرتے۔ کتبِ تفاسیر اور سیرت و تاریخ گواہ ہیں کہ آپ ﷺ نے تمام غزوات میں صحابہ سے مشورہ لیا اور اس پر عمل بھی کیا۔

آپ ﷺ کے جانشین خلفائے راشدین نے اسلامی ریاست و عوام کی ترقی و خوشحالی کے لیے مشورہ کی عظیم سنت نبوی ﷺ کو بہ اہتمام جاری رکھا۔ آج بھی اسلامی ریاست کی قومی قیادت کو اس مبارک طریقہ کے احیاء و اجرا کی

شدید حاجت ہے۔ آج کے دور کی شوریٰ پارلیمنٹ ہے۔ پارلیمنٹ ہمارے ملک کا سب سے اہمترین اور سپریم ادارہ ہے جس کا بنیادی کام قانون سازی کرنا، اہم ترین ملکی و بین الاقوامی معاملات پر غور و فکر کرنا اور اپنے ملک و عوام کے بہترین مفاد کو سامنے رکھ کر اہم فیصلے کرنا ہوتا ہے۔ پارلیمنٹ ہی ملکی نظم و نسق چلانے کے لیے وزیر اعظم کا انتخاب کرتی ہے اور وزیر اعظم ہی قومی سطح پر قائد ہوتا ہے۔ وزیر اعظم پارلیمنٹ کے سامنے جواب دہ ہوتا ہے۔ چنانچہ وزیر اعظم کو چاہیے کہ وہ تمام اہم ایشوز پر پارلیمنٹ سے مشورہ کرے اور جس بات پر اکثریت متفق ہو جائے اس پر عمل کیا جائے۔

۱۰۔ نفاذِ شریعت

اسلامی ریاست میں شرعی احکام کا نفاذ ریاست کے استحکام کے لیے بے حد ضروری ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ کی اسلامی ریاست اسی لیے قائم فرمائی کہ اللہ کے بندے اللہ کی عطا کردہ ہدایت کی روشنی میں زندگی گذاریں۔ آپ ﷺ نے دس سال کی قلیل مدت میں بے شمار مسائل کے باوجود مدینہ کی اسلامی ریاست کو فلاحی و مثالی بنایا اور اس میں شرعی احکام نافذ کر کے اسوۂ حسنہ فراہم کیا۔ علامہ ابن خلدون اسلامی ریاست کے استحکام کے لیے شریعت مطہرہ کا نفاذ ضروری قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ملک کے وقار اور استحکام کا انحصار صرف شریعت کے قیام و نفاذ پر مبنی ہے۔ جس کی بنیاد اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی کے تحت ہی تصرف ہو سکتا ہے۔ شریعت کا نفاذ درحقیقت مملکت کے وجود سے ہے اور ملک کا وقار عوام سے ہے۔ عوام کا استحکام معاشی استحکام پر مبنی ہے۔ معاش انسانی معاشرت کی بدولت حاصل ہوتا ہے۔ اور معاشرت کے استحکام کی بنیاد صرف اور صرف عدل و انصاف ہے۔"[17]

چنانچہ حکمران کے اوصاف اور اس کی ذمہ داریوں میں ایک اہم وصف اور ذمہ داری ریاست میں شرعی احکام کا نفاذ ہے۔ جس کی بدولت ریاست مستحکم ہوتی ہے۔

۱۱۔ نظم و نسق

ریاست کی ترقی و خوشحالی اور عوام کی فلاح و بہبود کے لیے قیادت کا وقت کے تقاضوں کے مطابق انتظامی و تکنیکی صلاحیتوں میں ماہر ہونا نہایت ضروری ہے۔ نیز ان صلاحیتوں کے بروقت اور درست استعمال کی مہارت کا پایا جانا بھی از حد ضروری ہے۔ قرآن مجید اور حضورِ انور ﷺ کی سیرتِ طیبہ میں اس کی تعلیمات موجود ہیں۔ نبی کریم ﷺ کے عہد مبارک میں مدینہ منورہ کی اسلامی ریاست کی وسعت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ انتظامی لحاظ سے

اسے چودہ صوبوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔ آپ ﷺ حکومتی منصب سنبھالنے اور اسے کما حقہ انجام دینے کی اہلیت رکھنے والے صحابہ کرام کو ہی صوبوں کا عامل مقرر فرماتے۔ جن کے فرائضِ منصبی میں اندرونی و بیرونی سرحدوں کی حفاظت، نمازوں کی امامت، عوام کی دینی و عصری تعلیم و تربیت، معیشت کا استحکام اور عوام کا ضروری احتساب شامل ہوتا تھا۔ آپ ﷺ وقتاً فوقتاً ان عاملین کو ہدایات جاری فرماتے اور بوقت ضرورت انہیں تبدیل یا معزول بھی کر دیتے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی حیات طیبہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ذمہ داریاں تفویض کرتے ہوئے درج ذیل حکم قرآنی کو ملحوظ رکھا جاتا۔ ارشاد فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ أَن تُؤَدُّواْ الأَمَانَاتِ إِلَى أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُم بَيْنَ النَّاسِ أَن تَحْكُمُواْ بِالْعَدْلِ إِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُم بِهِ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيعًا بَصِيرًا۔[18]

"بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں انہی لوگوں کے سپرد کرو جو ان کے اہل ہیں، اور جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ فیصلہ کیا کرو، بے شک اللہ تمہیں کیا ہی اچھی نصیحت فرماتا ہے، بے شک اللہ خوب سننے والا خوب دیکھنے والا ہے۔"

تاریخ گواہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اُن کی صلاحیت، قابلیت، طبعی رجحان اور تخصصکے بنیاد پر ہی ذمہ داریاں دی گئیں۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

"حکومت اچھی شے ہے مگر اس کے لیے جس نے اپنے حق (یعنی صلاحیت و قابلیت اور نفع بخشی و فیض رسانی) کی بناء پر اسے حاصل کیا اور پھر اس کا حق ادا کیا، اور حکومت اس کے لیے بری شے ہے جس نے حق دار نہ ہونے کے باوجود اسے حاصل کیا، اس کے لیے حکومت روزِ قیامت باعث حسرت ہو گی۔"[19]

اسلام میں سرکاری منصب تفویض کرنے سے قبل مطلوبہ شرائط و اہلیت کا کس حد تک التزام کیا جاتا ہے، اس کا اندازہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ جیسے زہد و تقویٰ کے پیکر سے مروی اس حدیث سے لگایا جاسکتا ہے کہ ایک مرتبہ انہوں نے خود بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں عرض کیا:

یا رسول اللہ ﷺ! کیا آپ مجھے عامل نہیں بنائیں گے؟ اس پر نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے کندھے پر ہاتھ مار کر فرمایا: اے ابوذر! تم کمزور ہو۔ یہ امارت امانت ہے اور یہ قیامت کے دن رسوائی اور شرمندگی کا باعث ہو گی۔ البتہ جو امارت کے حقوق ادا کرے اور اس کی ذمہ داریاں پوری کرے وہ مستثنیٰ ہو گا۔[20]

نبی اکرم ﷺ کا یہ جواب اس بات کا بین ثبوت ہے کہ اسلام میں عبادت و ریاضت اور زہد و ورع اِستحقاقِ محض اَمارت اور حصولِ سلطنت و اقتدار کی دلیل نہیں بلکہ اس کے لیے مطلوبہ تقاضے پورے کرنا ہوں گے۔ اس فرمانِ

رسول ﷺ سے یہ امر بھی متحقق ہوتا ہے کہ اسلام کے مذہبی و روحانی پہلو میں خصوصی تجربہ و مہارت رکھنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عملاً سیاسی و انتظامی اُمور میں مداخلت کے بجائے اپنے اختصاص کی مناسبت سے ساری توجہ مذہبی و روحانی اُمور پر ہی رکھی۔ مثلاً علم تفسیر میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ ۔ علم حدیث میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔ علم فقہ حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور شعر و سخن میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نام قابل ذکر ہیں۔ آپ ﷺ نے ریاست اسلامیہ کا نظم و نسق چلانے کے لیے چند مخصوص صحابہ کو مختلف امور میں نگران مقرر کیا ہوا تھا، ان حضرات کے نام یہ ہیں: حضرت عمر، حضرت علی، حضرت سعد بن معاذ، حضرت طلحہ بن عبید اللہ تمیمی، حضرت انیس بن ضحاک اسلمی اور حضرت ابو امامہ باہلی رضوان اللہ علیہم [21]۔ چناچہ سیرۃ النبی ﷺ میں قیادت کی رہنمائی کے لیے یہ تعلیمات موجود ہیں کہ حکومتی افسران و کارکنان کا تقرر میرٹ پر کیا جائے اور قابل لوگوں کو ہی حکومتی ذمہ داریاں تفویض کی جائیں۔

۱۲۔ امانت و دیانت

حضور انور ﷺ اعلان نبوت سے پہلے ہی اہل مکہ میں صادق و امین کے القاب سے مشہور و معروف تھے۔ آپ ﷺ اپنے کاروبار و تجارت میں دیانتداری کے اعلیٰ ترین مقام پر فائز تھے اور لوگوں کی امانتوں کی اس قدر حفاظت کرتے تھے کہ اہل مکہ کی اکثریت اپنا قیمتی سامان آپ ﷺ کے پاس بطور امانت رکھواتی تھی۔ مدینہ کی اسلامی ریاست کے قیام کے بعد آپ ﷺ نے بحیثیت حکمران عوامی امانت کا ہمیشہ تحفظ کیا۔ اللہ کا مال اللہ کے بندوں پر خرچ کیا۔ تمام محصولات، صدقات اور غنائم وغیرہ عوام پر صرف کیے۔ یہی وجہ تھی مملکت اسلامیہ کے شہری خوشحال تھے۔ جبکہ آپ ﷺ اور اہل خانہ دنیاوی مال و آسائشوں سے بے نیاز تھے۔ امانت و دیانت سے متعلق قرآن و سنت میں جتنی تعلیمات موجود ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے کہامانت و دیانت کا مفہوم نہایت وسیع ہے۔ اس کی وسعت میں عدل و انصاف اور دیگر فرائض کی ادائیگی بھی شامل ہے جو حکمرانوں پر عوام کی بابت واجب ہے۔ چنانچہ قومی قیادت کی منصبی ذمہ داری ہے کہ وہ امور سلطنت کو پوری دیانت داری کے ساتھ انجام دے۔ قومی خزانے کے معاملات کو شفاف رکھے۔ اور عوام کا پیسہ عوام پر ہی خرچ کرے۔

۱۳۔ فروغ تعلیم

علم کا حصول ہر انسان کے لیے بے حد ضروری ہے اس لیے کہ علم نور ہے اور جہل اندھیرا۔ علم وسعت ہے اور جہل

تنگی۔ علم اعلیٰ ہے اور جہل اسفل۔ اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرام کو صاحبان علم بنایا اور انہیں معلم کا منصب عطا کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی ﷺ کو تعلیم کتاب و حکمت سکھانے اور تزکیہ کے لیے مبعوث فرمایا۔ علم کی اہمیت کو مد نظر رکھتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے اسلامی ریاست میں عوام کے تعلیم و تعلم کے لیے عملی اقدامات کیے اور خود ان کی نگرانی بھی فرمائی۔ اسلامی ریاست کے قیام کے ساتھ ہی حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کو معلم مقرر فرمایا۔ خواتین کی تعلیم وتربیت کے لیے ہفتہ میں ایک دن بطورِ خاص مقرر کیا اور اس کے اہتمام کی ذمہ داری ام المومنین سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو سونپی۔ عہد نبوی ﷺ میں مدینہ کی اسلامی فلاحی ریاست میں مسجد نبوی کے صحن میں صفہ کی علمی و عملی درس گاہ بنوائی گئی جس کی نگرانی حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کو ذمہ لگائی گئی۔ مدینہ منورہ میں صفہ کے علاوہ نو مساجد میں مدرسے قائم کیے گئے جہاں نشانہ بازی، پیراکی، تقسیم ترکہ کی ریاضی، مبادی طب، علم ہیئت، علمِ انساب اور علمِ تجویدِ قرآن کی تعلیم آں حضرت ﷺ کے حکم سے دی جاتی تھی[22]۔ عہدِ حاضر میں اسلامی علوم کے ساتھ ساتھ جدید علوم وفنون پر دسترس ومہارت سے کسی صورت انکار ممکن نہیں ہے۔ چناچہ قیادت کو تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں تعلیم و تعلم کے فروغ کے لیے عملی اقدامات کرنے چاہییں تاکہ عوام کا معیارِ زندگی بلند ہو اور مملکت کے وقار اور ترقی میں اضافہ ہو۔

۱۴۔ استحکامِ معیشت

معیشت کا استحکام ریاست کے استحکام کی ضمانت ہے۔ اسلامی ریاست کے استحکام کے لیے معیشت کا مستحکم ہونا بے حد ضروری ہے۔ اسلامی ریاست کے فرماں روا کی حیثیت سے آپ ﷺ نے معیشت کو مضبوط کرنے کے درج ذیل عملی اقدامات کیے جنہیں اصول و قانون کا درجہ حاصل ہے۔

- آپ ﷺ نے دولت کے اکتساب اور انفاق کے وقت حلال و حرام کا قانون مقرر فرمایا۔
- رشوت، خیانت، شراب اور اس کی آمدن، جوا اور سٹہ بازی، زنا اور اس کی آمدن، بت گری و بت فروشی اور اس جیسے تمام ناجائز ذرائع آمدن کو حرام قرار دیا۔
- ارتکاز دولت پر پابندی لگائی۔
- عیش پرستی اور فضول خرچی کو ممنوع قرار دیا۔
- زکوٰۃ و عشر کا نظام قائم کر کے کمزور انسانی طبقات کو مالی طاقت عطا کی۔

رسول اللہ ﷺ کے نافذ کردہ اسلامی نظامِ معیشت کو امام ابو یوسف اس طرح بیان کرتے ہیں: اسلام نے مالِ

غنیمت، فیئ اور خمس کے ذریعے مجاہدین و مفلوک الحال لوگوں کی مالی معاونت کا قانون عطا کیا۔ زمینوں پر محصول لگایا اور قومی اخراجات کے لیے مالی معاونت فراہم کی۔ اور جزیہ کے ذریعے غیر مسلموں کی جان و مال کے تحفظ کے لیے مالیاتی نظام وضع کیا۔ اس قانون کا اطلاق صرف آزاد غیر مسلم مردوں پر تھا، بچے بوڑھے عورتیں اور معذور اس قانون سے مستثنیٰ تھے۔[23]

درج بالا تعلیمات کی روشنی میں ریاست کی قیادت کو معاشی استحکام کے لیے واضح لائحہ عمل وضع کرنا چاہیے اور وہ تمام وسائل اکٹھے کرنا چاہییں جن سے عوام خوش حال ہوں اور ان کا معیار زندگی بلند ہو۔

۱۵۔ دفاعِ ریاست

ریاست کا دفاع اہم ترین معاملہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ کی اسلامی ریاست کے استحکام کے لیے ابتدا میں ہی دفاعی امور کی طرف خاص توجہ دی۔ پائیدار امن و سلامتی کے لیے مہاجرین و انصار اور مدنی قبائل کے درمیان معاہدہ کرایا اور ممکنہ حد تک دوستی کو فروغ دیا۔ مدینہ کے دفاع کے لیے اس بات کو یقینی بنایا کہ اگر معاہدہ میں شریک کسی بھی حلیف پر کسی دشمن نے حملہ کیا تو تمام معاہدین مل کر مشترکہ دفاع کا عمل سرانجام دیں گے۔ اور اس کا نظارہ دشمنان اسلام نے اپنی آنکھوں سے کیا۔ آپ ﷺ نے عالمِ انسانیت میں پہلی بار جنگی اصلاحات متعارف کرائیں جن سے دنیا بالکل ناآشنا تھی۔ یہ اصلاحات حسب ذیل ہیں:

- میدان جنگ میں دشمن کو غافل پا کر اس پر حملہ نہ کیا جائے۔
- بچوں، بوڑھوں اور عورتوں کو نشانہ نہ بنایا جائے۔
- کسی کو آگ میں نہ جلایا جائے۔
- کسی کا مثلہ نہ کیا جائے۔
- اسیروں، سفیروں، قاصدوں اور قومی نمائندوں کو قتل نہ کیا جائے۔

آپ ﷺ کی متعارف کردہ اصلاحات کا مقصد انسانیت کی حفاظت تھا، جس کی تقلید آج اقوامِ عالم کی اہم انسانی ضرورت بن چکی ہے۔ عہد حاضر کی قومی قیادت کو ملکی و بین الاقوامی حالات کا صحیح اندازہ ہونا چاہیے۔ ریاست و عوام کے دفاع کے لیے اسے ہمہ وقت مستعد رہنا چاہیے۔ سلامتی کے اداروں کو بھرپور دفاعی صلاحیت سے آراستہ کرنا چاہیے۔ اور ریاست کی سپاہ اور عوام کو دفاعِ ریاست کے لیے تیار رکھنا چاہیے۔

۱۶۔ عالمی سیاست

بین الاقوامی سیاست کا ادراک قیادت کے لیے بہت اہم ہے۔اسلامی ریاست کی قیادت کے لیے رسول اللہ ﷺ نے امورِ خارجہ میں اسوہ حسنہ عطا کیا ہے۔ جس پر عمل کرنے اور اسے فروغ دینے کی ضرورت دورِ حاضر میں مسلّمہ حیثیت کی حامل ہے۔ عہدِ نبوی ﷺ میں امورِ خاجہ اور سیاست کا ایک عظیم شاہکار حدیبیہ کا معاہدہ ہے جسے قرآن مجید نے فتح مبین قرار دیا ہے۔ یہ معاہدہ بظاہر مسلمانوں کو اپنے خلاف نظر آتا تھا لیکن نگاہِ نبوت ﷺ اس کے پوشیدہ فوائد کو بخوبی دیکھ رہی تھی۔ اس معاہدہ کا دوہرا افائدہ مسلمانوں کو ہی پہنچا۔ ایک یہ کہ مسلمانوں کو کفار مکہ کی مسلسل ایذا اور جنگ سے امن مل گیا، دوسرا یہ کہ کفار مکہ کی تمام من پسند شرائط ماننے سے ان کی مخالفت کے تمام ہتھیار بے کار ہو گئے۔ اس طرح آپ ﷺ کی خارجہ حکمتِ عملی کی بدولت مسلمانوں کو سلامتی و خوشحالی ملی اور وہ دن بھی مسلمانوں نے دیکھا جب مکہ فتح ہو کر اسلامی ریاست میں شامل ہوا۔

۱۷۔ سفارت

ممالک کے مابین سفارت کاری اہم اور حساس معاملہ ہوتا ہے۔ عہد حاضر میں سفارت کاری کا دائرہ بہت وسیع ہو گیا ہے۔ اقوام متحدہ کے قیام کے بعد اس کا رکن بننے اور دیگر ممبر ممالک کے ساتھ عالمی معاہدات ہو جانے کی وجہ سے سفارت کا معاملہ انتہائی اہمیت حاصل کر چکا ہے۔ چنانچہ اسلامی ریاست کی قیادت کے لیے رسول اللہ ﷺ کے عطا کردہ سفارتی اصول بہت اہم ہیں۔ آپ ﷺ نے اپنے عہد کے بادشاہوں اور سرداروں کے پاس اپنے سفارت کار روانہ کئے اور انکے نام خطوط بھیجے۔ آپ ﷺ نے نجاشی، بازنطینی، قیصر، ہرقل، خسرو پرویز، بحرینی منذر اور مصر کے مقوقس کے علاوہ کئی حکمرانوں اور سرداروں کو خطوط لکھے اور ان کے پاس نمائندے بھیجے اور ان پر واضح کیا کہ اسلام کے نظام سے وابستہ ہو جانے میں ہی سلامتی اور عزت ہے۔[24] آپ ﷺ نے سفارت کاری کے لیے جن تربیت یافتہ حضرات کو حکمرانوں اور سرداروں کے پاس بھیجا ان میں دحیہ بن خلیفہ کلبی، عبد اللہ بن حذافہ سہمی، عمرو بن امیہ ضمری، حاطب بن ابی بلتعہ، شجاع بن وہب اسدی اور حارث بن عمیر ازدی رضوان اللہ علیہم[25] کے نام شامل ہیں۔

۱۸۔ عدل و انصاف

تاریخِ انسانی گواہ ہے کہ ریاستوں کے استحکام کی بنیاد عدل و انصاف پر مبنی ہوتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ کسی بھی ریاست کے قیام کا مقصد ہی عدل و انصاف کی فراہمی ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسلامی ریاست کو عدل و انصاف کی بابت واضح ہدایات جاری فرمائیں۔ عہدِ رسالت مآب ﷺ میں اسلامی ریاست کا اہم ترین شعبہ عدالت تھا جس کے

چیف جسٹس آپ ﷺ تھے۔ رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا گیا کہ آپ ﷺ مثالی نظام عدل قائم کریں: وَأُمِرْتُ لِأَعْدِلَ بَيْنَكُمُ [26] (اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ تمھارے درمیان عدل کروں)۔ ہدایات ربانی کی روشنی میں آپ ﷺ نے اپنی ذات سے ہی نظام عدل قائم فرمایا اور پوری انسانیت کے لیے مثالی نمونہ پیش کیا۔

اسلامی ریاست کی قیادت کا یکساں نظام عدل قائم کرنا اور اس پر عمل درآمد کرانا ریاست استحکام لیے از حد ضروری ہے۔ چنانچہ قیادت کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ انصاف کی آسان اور یقینی فراہمی کے لیے قاضیوں کا تقرر کرے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر، حضرت علی، حضرت معاذ بن جبل، حضرت عبد اللہ بن مسعود، حضرت ابی بن کعب، حضرت زید بن ثابت، حضرت ابو موسیٰ اشعری، حضرت عقبہ اور حضرت معقل بن یسار رضوان اللہ علیہم کو مختلف اوقات میں قاضی مقرر کیا۔[27]

نتائج و سفارشات

اس مقالہ کے نتائج و سفارشات درج ذیل ہیں:

- رسول اللہ ﷺ کی قائم کردہ اسلامی ریاست تہذیب و تمدن کی اعلیٰ و ارفع مثال تھی جس میں اللہ تعالیٰ کے اقتدارِ اعلیٰ کو تسلیم کیا گیا اور اس کی اطاعت کا عملی مظاہرہ خود آپ ﷺ نے پیش کیا۔
- ہدایاتِ ربانی کی روشنی میں آپ ﷺ نے اسلامی ریاست میں عدل و انصاف اور قانون کی بالادستی، معاشی خوشحالی، معاشرتی رواداری اور دینی و دنیاوی علوم وفنون کو فروغ دیا۔
- قیادت کی سیرت و کردار سازی اور موثر حکمرانی کے لیے تعلیمات نبوی ﷺ کا مطالعہ اور اس کے مطابق عمل بے حد ضروری ہے۔
- ممالک اسلامیہ کے صاحبانِ اقتدار بالعموم اور پاکستانی قومی قیادت بالخصوص امتِ مسلمہ کو ترقی و خوشحالی اور پائیدار امن دینے کے لیے قرآنِ مجید اور رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات و اسوۂ حسنہ سے اخلاص کے ساتھ رہنمائی حاصل کرے۔
- قیادت حکمت و فراست سے کام لے کر علمی، سائنسی اور معاشی ترقی کے لیے عملی اقدامات اور ان شعبوں میں قومی سطح پر مہارت پیدا کرنے کے لیے تعلیماتِ نبوی ﷺ سے رہنمائی حاصل کرے۔
- پاکستان کی حفاظت کرنا، اس میں امن قائم رکھنا اور اس کے دفاع کو ناقابلِ تسخیر بنانا وقت کا اہم ترین تقاضا ہے جسے حکمرانوں نے یقینی بنانا ہو گا۔

حوالہ جات

[1]۔ حافظ عماد الدین ابن اسماعیل ابن کثیر۔ البدایہ والنہایہ، ج٦، بیروت: دارالفکر، ۱۳۹۳ھ، ص ۳۱۰۔

[2]۔ القرآن۔ سورۃ الحج، آیت نمبر ۴۔

[3]۔ ابو بکر احمد بن علی رازی امام جصاص۔ ج ۴، احکام القرآن، لاہور: سہیل اکیڈمی، ۱۴۰۰ھ، ص ۲۲۳۔

[4]۔ دریا آبادی، مولانا عبد الماجد، تفسیر ماجدی، مجلسِ نشریاتِ قرآن، کراچی، ۱۹۹۸ء، ج ۴، ص ۲۷۸۔

[5]۔ ابی الحسن علی بن محمد بن حبیب الماوردی۔ الاحکام السلطانیہ والولایات الدینیہ، مصر: مکتبہ مصطفیٰ البابی، ۱۳۹۳ھ، ص ۵۔

[6]۔ القرآن۔ سورۃ النساء، آیت نمبر ۵۹۔

[7]۔ امام جصاص، احکام القرآن، ج ۲، ص ۱۹۰، ۱۸۹۔

[8]۔ القرآن۔ سورۃ النساء، آیت نمبر ۸۳۔

[9]۔ ابو المنصور عبد القاہر بغدادی۔ اصول الدین، ترکی: مکتبہ عثمانیہ، ۱۹۸۷ء، ص ۲۷۱۔

[10]۔ عبد الرحمٰن بن محمد ابن خلدون۔ مقدمہ ابن خلدون، بیروت: دار العلم، ۱۴۰۶ھ، ص ۲۲۰۔ مخلصاً

[11]۔ الماوردی، الاحکام السلطانیہ والولایات الدینیہ، ص ۵۔

[12]۔ القرآن۔ سورۃ الانعام، آیت نمبر ۱۶۳، ۱۶۲۔

[13]۔ امام مسلم، الجامع الصحیح، کتاب الامارۃ، باب: قولہ ﷺ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّۃِ، حدیث نمبر ۴۹۲۷۔

[14]۔ امام بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الایمان، باب: اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِہٖ وَیَدِہٖ، حدیث نمبر ۱۰۔

[15]۔ محمد حسین ہیکل، حیاتِ محمد ﷺ، لاہور: بک کارنر شوروم، ۲۰۱۳ء، ص ۲۲۴، ۲۲۳۔

[16]۔ القرآن۔ سورۃ آل عمران، آیت نمبر ۱۵۹۔

[17]۔ ابن خلدون، مقدمہ ابن خلدون، ص ۲۱۹۔

[18]۔ القرآن۔ سورۃ النساء، آیت نمبر ۵۸۔

[19]۔ ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی۔ المعجم الکبیر، ج ۵، بیروت: داراحیاء التراث العربی، ۱۳۹۶ھ، ص ۱۲۷۔

[20]۔ امام مسلم، الجامع الصحیح، کتاب الامارہ، رقم: ۱۸۲۵۔

21۔ یٰسین مظہر صدیقی۔ عہد نبوی ﷺ کا نظام حکومت، لاہور: الفیصل ناشران کتب، ۱۹۹۵ء، ص ۲۷،۲۶۔

22۔ محمد حمید اللہ۔ رسول اللہ ﷺ کی سیاسی زندگی، کراچی: دارالاشاعت، ۱۹۸۷ء، ص ۱۰۶۔

23۔ امام ابو یوسف۔ کتاب الخراج، لاہور: مطبعہ مجتبائی، ۱۳۹۸ھ، ص ۱۱۷۔

24۔ مستفیض احمد علوی۔ ریاست اور حکومت کے اسلامی اصول، اسلام آباد: پورب اکادمی، ۲۰۱۰، ص ۱۰۲۔ ملخصًا

25۔ ابو جعفر محمد بن جریر طبری۔ تاریخ الامم والملوک، ج ۳، بیروت: دار القلم، ۱۴۱۲ھ، ص ۶۰۷۔

26۔ القرآن۔ سورۃ الشوریٰ، آیت نمبر ۱۵۔

27۔ یٰسین مظہر، عہد نبوی ﷺ کا نظام حکومت، ص ۳۴۔